www.KitaboSunnat.com



فکر و نظر
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حافظ صلاح الدین یوسف

# مُحَرَّمُ الْحَرَام غلطی ہائے مضامین مت پوچھ!

## (۱) سانحۂ کربلا کا محرم کی حرمت سے کوئی تعلق نہیں!

ماہ محرم سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد تو آں حضرت ﷺ کے واقعۂ ہجرت پر ہے لیکن اس اسلامی سن کا تقرر اور آغازِ استعمال ۱۷ھ میں حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ حکومت سے ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ یمن کے گورنر تھے، ان کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کے فرمان آتے تھے جن پر تاریخ درج نہ ہوتی تھی ۱۷ھ میں حضرت ابو موسیٰ کے توجہ دلانے پر حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کو اپنے ہاں جمع فرمایا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ تبادلۂ افکار کے بعد قرار پایا کہ اپنے سن تاریخ کی بنیاد واقعۂ ہجرت کو بنایا جائے اور اس کی ابتدا ماہِ محرم سے کی جائے کیونکہ ۱۳ نبوت کے ذوالحجہ کے بالکل آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا منصوبہ طے کر لیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم کا تھا (فتح الباری، شرح باب التاریخ ومن أین أرخوا التاریخ ج ۳، ص ۳۸۸، دہلی)

مسلمانوں کا یہ اسلامی سن بھی اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے ایک خاص امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ مذاہبِ عالم میں اس وقت جس قدر سنین مروّج ہیں وہ عام طور پر یا تو کسی مشہور انسان کے یومِ ولادت کو یاد دلاتے ہیں یا کسی قومی واقعۂ مسرت وشادمانی سے وابستہ ہیں کہ جس سے نسل انسانی کو بظاہر کوئی فائدہ نہیں مثلاً مسیحی سن کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ ولادت ہے۔ یہودی سن فلسطین پر حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی کے ایک پر شوکت واقعے سے وابستہ ہے۔ بکرمی سن راجہ بکرماجیت کی پیدائش کی یادگار ہے، رومی سن سکندر فاتح اعظم کی پیدائش کو واضح کرتا ہے لیکن اسلامی سن ہجرت عہد نبوت کے ایسے واقعے سے وابستہ ہے جس میں یہ سبق پنہاں ہے کہ اگر مسلمان اعلائے کلمۃ الحق کے صلے میں تمام اطراف سے مصائب و آلام میں گھر جائے، بستی کے تمام لوگ اس کے دشمن اور درپے آزار ہو جائیں، قریبی رشتہ دار اور خویش واقارب بھی اس کو ختم کرنے کا عزم کر لیں، اس کے دوست احباب بھی اسی طرح تکالیف میں مبتلا کر دیئے جائیں، شہر کے تمام سر برآوردہ لوگ اس کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھ لیں، اس پر عرصۂ حیات ہر طرح تنگ کر دیا جائے اور اس کی آواز کو جبراً روکنے کی کوشش کی جائے تو اس وقت وہ مسلمان کیا کرے؟ اس کا حل اسلام نے یہ تجویز نہیں کیا کہ کفر وباطل کے ساتھ مصالحت کر لی جائے، تبلیغ حق میں مداہنت اور رواداری سے کام لیا جائے اور اپنے عقائد و نظریات میں لچک پیدا کر کے اُن میں گھل مل جائے تاکہ مخالفت کا زور ٹوٹ جائے۔ بلکہ اس کا حل اسلام نے یہ تجویز کیا ہے کہ

 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایسی بستی اور شہر پر حجت تمام کر کے وہاں سے ہجرت اختیار کر لی جائے۔ چنانچہ اسی واقعۂ ہجرت نبوی پر سن ہجری کی بنیاد رکھی گئی ہے جو نہ تو کسی انسانی برتری اور تفوق کو یاد دلاتا ہے اور نہ شوکت و عظمت کے کسی واقعہ کو، بلکہ یہ واقعۂ ہجرت مظلومی اور بیکسی کی ایک ایسی یادگار ہے کہ جو ثباتِ قدم، صبر واستقامت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی ایک زبردست مثال اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہجرت بتلاتا ہے کہ ایک مظلوم و بے کس انسان کس طرح اپنے مشن میں کامیاب ہو سکتا ہے اور مصائب و آلام سے نکل کر کس طرح کامرانی وشادمانی کا زریں تاج اپنے سر پر رکھ سکتا ہے اور پستی و گمنامی سے نکل کر رفعت و شہرت اور عزت و عظمت کے بامِ عروج پر پہنچ سکتا ہے...... علاوہ ازیں یہ مہینہ حرمت والا ہے اور اس ماہ میں نفل روزے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ اس مہینے کی حرمت کا سیدنا حضرت حسینؓ کے واقعۂ شہادت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مہینہ اس لیے قابل احترام ہے کہ اس میں حضرت حسینؓ کی شہادت کا سانحۂ دل گداز پیش آیا تھا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ سانحۂ شہادت تو حضور ﷺ کی وفات سے ۵۰ سال بعد پیش آیا اور دین کی تکمیل آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کر دی گئی تھی: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ اس لیے یہ تصور اس آیتِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ پھر خود اسی مہینے میں اس سے بڑھ کر ایک اور سانحۂ شہادت اور واقعۂ عظیم پیش آیا تھا یعنی یکم محرم کو عمر فاروقؓ کی شہادت کا واقعہ۔ اگر بعد میں ہونے والی شہادتوں کی شرعاً کوئی حیثیت ہوتی تو حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت اس لائق تھی کہ اہل اسلام اس کا اعتبار کرتے، حضرت عثمانؓ کی شہادت ایسی تھی کہ اس کی یادگار منائی جاتی اور پھر ان شہادتوں کی بنا پر اگر اسلام میں ماتم وشیون کی اجازت ہوتی تو یقیناً تاریخ اسلام کی یہ دونوں شہادتیں ایسی تھیں کہ اہل اسلام اس پر جتنی بھی سینہ کوبی اور ماتم وگریہ زاری کرتے، کم ہوتا لیکن ایک تو اسلام میں اس ماتم وگریہ زاری کی اجازت نہیں، دوسرے یہ تمام واقعات تکمیل دین کے بعد پیش آئے ہیں، اس لیے ان کی یاد میں مجالس عزا اور محافل ماتم قائم کرنا دین میں اضافہ ہے جس کے ہم قطعاً مجاز نہیں۔

## (۲) عشرۂ محرم اور صحابہؓ کا احترامِ مطلوب

عشرۂ محرم میں عام دستور ورواج ہو گیا ہے کہ شیعی اثرات کے زیر اثر واقعات کربلا کو مخصوص رنگ اور افسانوی ودیومالائی انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ شیعی ذاکرین تو اس ضمن میں جو کچھ کرتے ہیں وہ عالم آشکارا ہے لیکن بد قسمتی سے بہت سے اہل سنت کے واعظانِ خوش گفتار اور خطیبانِ سحر بیان بھی گرمیٔ محفل اور عوام سے داد و تحسین وصول کرنے کے لیے اسی تال سُر میں، اُن واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو شیعیت کی مخصوص ایجاد اور ان کی انفرادیت کا غماز ہے۔ اس سانحۂ شہادت کا ایک پہلو صحابہ کرام پر تبرا بازی ہے جس کے بغیر شیعوں کی محفل "ماتم حسین" مکمل نہیں ہوتی۔ اہلسنت اس پستی و کمینگی تک تو نہیں اُترتے تاہم بعض لوگ بوجوہ بعض صحابہؓ پر کچھ نکتہ چینی کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مثلاً ایک 'مفکر' نے یہاں تک فرمادیا کہ نبی اکرم سے قلیل صحبت ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کی قلب ماہیت نعوذ باللہ نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تمام اعلیٰ وادنیٰ صحابہؓ کا فرقِ مراتب کے باوصف بحیثیتِ صحابی ہونے کے یکساں عزت واحترام اسلام کا مطلوب ہے۔ کسی صحابی کے حق میں بھی زبان طعن وتشنیع کھولنا اور ریسرچ کے عنوان سے تنقیدی کاجواز نکالنا ہلاکت وتباہی کے خطرہ کو دعوت دینا ہے۔

صحابی کی تعریف ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم کو دیکھا ہو اور قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کے جو عمومی فضائل ومناقب بیان کیے گئے، ان کا اطلاق بھی ہر صحابی پر ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ نے الاصابۃ میں صحابی کی جس تعریف کو سب سے زیادہ صحیح اور جامع قرار دیا ہے وہ یہ ہے: (الإصابة في تمييز الصحابة، طبع جدید)

وأصح ما وقفتُ عليه من ذلك أن الصحابي من لقي مؤمنا به ومات على الاسلام فيدخل فيمن لقيه من طالت مجالسته له أو قصرت ومن روى عنه أو لم يرو ومن غزا معه أو لم يغزو من راه رؤية ولو لم يجالسه ومن لم يره بعارض كالعمى

"سب سے زیادہ صحیح تعریف صحابہ کی جس پر میں مطلع ہوا، وہ یہ ہے کہ "وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام پر ہی اس کی موت ہوئی" پس اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جس نے آپ سے ملاقات کی (قطع نظر اس سے کہ) اسے آپ کی ہم نشینی کا شرف زیادہ حاصل رہا یا کم، آپ سے روایت کی یا نہ کی۔ آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا یا نہیں اور جس نے آپ کو صرف ایک نظر ہی سے دیکھا ہو اور آپ کی مجالست وہم نشینی کی سعادت کا موقع اُسے نہ ملا ہو اور جو کسی خاص سبب کی بنا پر آپ کی رؤیت کا شرف حاصل نہ کر سکا ہو جیسے نابینا پن" (سب ہی صحابہ کی اصطلاح میں شامل ہیں)

اس لیے اہل سنت کا خلفاءِ اربعہ: ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ اور علیؓ اور دیگر اُن جیسے اکابر صحابہؓ کی عزت وتوقیر کو ملحوظ رکھنا لیکن بعض اُن جلیل القدر اصحابِ رسول کی منقبت وتقدیس کا خیال نہ رکھنا یا کم از کم انہیں احترامِ مطلوب کا مستحق نہ سمجھنا جن کے اسمائے گرامی مشاجرات کے سلسلے میں آتے ہیں جیسے حضرت معاویہؓ، حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، یکسر غلط اور رفض وتشیع کا ایک حصہ ہے۔ اہل سنت کو اس نکتے پر غور کرنا چاہیے کہ خلفائے راشدین کی عزت وتوقیر تو کسی حد تک معقولیت پسند شیعہ حضرات بھی ملحوظ رکھنے پر مجبور ہیں اور ان کا ذکر وہ نامناسب انداز میں کرنے سے بالعموم گریز ہی کرتے ہیں البتہ حضرت معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ وغیرہ کو وہ بھی معاف نہیں کرتے۔ اگر صحابہ کرام کے نام لیوا بھی یہی موقف اختیار کر لیں تو پھر محبانِ صحابہ اور دشمنانِ صحابہ میں فرق کیا رہ جاتا ہے؟ اور ان صحابہ کو احترامِ مطلوب سے فروتر خیال کر کے ان کے شرف وفضل کو مجروح کرنا کیا صحابیت کے قصر رفیع میں نقب زنی کا ارتکاب نہیں ہے؟ کیا اس طرح نفس صحابیت کا تقدس مجروح نہیں ہوتا؟ اور صحابیت کی ردائے عظمت (معاذ اللہ) تار تار نہیں ہوتی؟

بہر حال ہم عرض یہ کر رہے تھے کہ قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کے جو عمومی فضائل ومناقب مذکور ہیں وہ تمام صحابہ کو محیط وشامل ہیں اس میں قطعاً کسی استثناء کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ان



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نصوص کی وجہ سے ہم اس امر کے پابند ہیں کہ تمام صحابہ کو نفس صحابیت کے احترام میں یکساں عزت واحترام کا مستحق سمجھیں...... اس سلسلے میں یہ حدیث ہر وقت ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے:

"عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله ﷺ: الله الله في أصحابي لا تتخذوهم غرضا من بعدي فمن أحبهم فبحبّي أحبهم ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه"
(رواہ الترمذی ص۲۲۶ج۲ وقال هذا حديث غريب)

"میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو (طعن و تشنیع کا) نشانہ نہ بنانا (یاد رکھو) جس نے اِن سے محبت کی، پس میری محبت کی وجہ سے اِس نے اُن سے محبت کی۔ جس نے اُن سے بغض رکھا پس میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے اُن کو اذیت دی پس اس نے مجھے اذیت دی جس نے مجھے اذیت دی، اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی، پس قریب ہے کہ وہ اس کو گرفت کرلے۔"

اسی سلسلے کی دو حدیثیں اور قابل ملاحظہ ہیں:

عن أبي سعيد الخدري قال قال النبي ﷺ لا تسبّوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبًا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه ...... متفق علیہ (مشکوٰۃ)

"میرے صحابہ پر سب نہ کرو (یعنی انہیں جرح و تنقید اور برائی کا ہدف نہ بناؤ) انہیں اللہ نے اتنا بلند رتبہ عطا فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اگر اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردے تو وہ کسی صحابی کے خرچ کردہ ایک مد (تقریباً ایک سیر) بلکہ آدھے مد کے بھی برابر نہیں ہوسکتا۔"

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ إذا رأيتم الذين يسبّون أصحابي فقولوا لعنة الله على شرّكم، هذا حديث منكر (ترمذی ج۲، ص۲۲۷)

"جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہؓ کی برائی کررہا ہے تو تم کہو، تم میں سے (یعنی برائی کرنے والے اور جس کی برائی کی جارہی ہے اُن میں سے) جو بدتر ہو، اس پر اللہ کی لعنت ہو"

ظاہر ہے صحابہ کے مقابلے میں اُن کی برائی کرنے والا ہی بدتر ہوگا، اس لیے لعنتِ خداوندی کا مستحق اُس کے سوا اور کون ہوسکتا ہے۔

## (۴) ماہِ محرم اور عاشورۂ محرم

عشرۂ محرم (محرم کے ابتدائی دس دن) میں شیعہ حضرات جس طرح مجالس عزا اور محافل ماتم برپا کرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ سب اختراعی چیزیں ہیں اور شریعتِ اسلامیہ کے مزاج سے قطعاً مخالف۔ اسلام نے تو نوحہ وماتم کے اس انداز کو 'جاہلیت' سے تعبیر کیا ہے اور اس کام کو باعثِ لعنت بلکہ کفر تک پہنچا دینے والا بتلایا ہے۔

بدقسمتی سے اہل سنت میں سے ایک بدعت نواز حلقہ اگرچہ نوحہ وماتم کا شیعی انداز تو اختیار نہیں کرتا لیکن اِن دس دنوں میں بہت سی ایسی باتیں اختیار کرتا ہے جن سے رفض و تشیع کی ہم نوائی اور ان کے مذہبِ باطل کا فروغ ہوتا ہے۔ مثلاً



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



☆ شیعوں کی طرح سانحۂ کربلا کو مبالغے اور رنگ آمیزی سے بیان کرنا۔
☆ حضرت حسینؓ و یزید کی بحث کے ضمن میں بعض جلیل القدر صحابہ کرام (حضرت معاویہؓ و مغیرہؓ بن شعبہ) کو ہدفِ طعن و ملامت بنانے میں بھی تامل نہ کرنا
☆ دس محرم کو تعزیے نکالنا، انہیں قابل تعظیم و پرستش سمجھنا۔ اُن میں سے منتیں مانگنا، حلیم پکانا، پانی کی سبیلیں لگانا، اپنے بچوں کو ہرے رنگ کے کپڑے پہنا کر انہیں حضرت حسینؓ کا فقیر بنانا۔ دس محرم کو تعزیوں اور ماتم کے جلوسوں میں ذوق و شوق سے شرکت کرنا اور کھیل کود (گتکے اور پٹہ سازی) سے اِن محفلوں کی رونق میں اضافہ کرنا وغیرہ۔
☆ ماہِ محرم کو سوگ کا مہینہ سمجھ کر اس مہینے میں شادیاں نہ کرنا۔
☆ ذوالجناح (گھوڑے) کے جلوس میں کثرت سے شرکت کرنا۔

اور اسی انداز کی کئی چیزیں...... حالانکہ یہ سب چیزیں بدعت ہیں جن سے نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق اجتناب ضروری ہے آپ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے: (مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

"فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تَمَسّكوا بها وعضّوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الامور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة"

"مسلمانو! تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو ہی اختیار کرنا اور اِسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور دین میں اضافہ شدہ چیزوں سے اپنے کو بچا کر رکھنا اس لیے کہ دین میں ہر نیا کام (چاہے وہ بظاہر کیسا ہی ہو) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"

یہ بات ہر کہ ومہ پر واضح ہے کہ یہ سب چیزیں صدیوں بعد کی پیداوار ہیں۔ بنا بریں ان کے بدعات ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور آں حضرت ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی سے تعبیر فرمایا ہے جس سے مذکورہ خود ساختہ رسومات کی شناعت و قباحت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

## (۴) محرم میں مسنون عمل

محرم میں مسنون عمل صرف روزے ہیں۔ حدیث میں رمضان کے علاوہ نفلی روزوں میں محرم کے روزوں کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرّم" (مسلم عن ابی ہریرہؓ) بلکہ ایک (غریبُ الاسناد) روایت میں محرم کے مہینے میں رکھے گئے ایک روزے کا ثواب ۳۰ روزوں کے برابر بھی بتلایا گیا ہے۔ "من صام يوماً من المحرّم فله بكل يوم ثلاثين" رواه الطبراني في الصغير وهو غريب واسناده لا بأس به (الترغیب، عن ابن عباس)

خصوصی روزہ: بالخصوص دس محرم کے روزے کی حدیث میں یہ فضیلت آئی ہے کہ یہ گذشتہ ایک سال کا کفارہ ہے۔ اس روز آں حضرت ﷺ بھی خصوصی روزہ رکھتے تھے (ترغیب)

پھر ان کو علم ہوا کہ یہودی بھی اس امر کی خوشی میں کہ دس محرم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی، روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"صوموا يوم عاشوراء وخالفوا اليهود صوموا قبله يوما أو بعده يوم"
(مسند احمد: ج ۴، ص ۲۱ طبع جدید، مجمع الزوائد: ج ۳، ص ۱۸۸)

"عاشورہ (۱۰ر محرم) کا روزہ تو ضرور رکھو۔ لیکن یہودیوں کی مخالفت بھی بایں طور کرو کہ اسکے بعد یا اس سے قبل ایک روزہ اور ساتھ ملا لیا کرو: ۹،۱۰ محرم یا ۱۰،۱۱ محرم کا روزہ رکھا کرو۔"

ایک من گھڑت روایت: محرم کی دسویں تاریخ کے بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ اس دن جو شخص اپنے اہل وعیال پر فراخی کرے گا، اللہ تعالیٰ سارا سال اس پر فراخی کرے گا، بالکل بے اصل ہے جس کی صراحت امام ابن تیمیہؒ اور دیگر محققین نے کی ہے..... چنانچہ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"هذا من البدع المنكرة التى لم يسنها رسول اللهﷺ ولا خلفاء الراشدون ولا استحبها أحد من ألمة المسلمين لا مالك ولا أحمد بن حنبل ولا الشافعي ولا أسحق بن راهويه ولا أمثال هولاء من الائمة المسلمين"

"۱۰ محرم کو خاص کھانا پکانا، توسیع کرنا وغیرہ من جملہ ان بدعات ومنکرات سے ہے جو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے نہ خلفاءِ راشدین سے اور نہ ائمہ مسلمین میں سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔" (فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۲، ص ۳۵۴)

اور امام احمدؒ کا یہ قول مذکورہ روایت کے متعلق امام ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے کہ لا اصل له، فلم يره شيئا "اس کی کوئی اصل نہیں، امام احمد نے اس روایت کو کچھ نہیں سمجھا" (منهاج السنة: ج ۲ ص ۲۴۸ اور فتاویٰ مذکور)..... اسی طرح امام صاحب کی کتاب اقتضاء الصراط المستقيم میں اس کی صراحت موجود ہے (ص ۳۰۱، طبع مصر ۱۹۵۰ء)

اور امام محمد بن وضاح نے اپنی کتاب میں امام یحییٰ بن یحییٰ (متوفی ۲۳۴ھ) سے نقل کیا ہے:

"میں امام مالکؒ کے زمانے میں مدینہ منورہ اور امام لیث، ابن القاسم اور ابن وہب کے ایام میں مصر میں موجود تھا اور یہ دن (عاشوراء) وہاں آیا تھا میں نے کسی سے اس کی توسیع رزق کا ذکر تک نہیں سنا۔ اگر ان کے ہاں کوئی ایسی روایت ہوتی تو باقی احادیث کی طرح اس کا بھی وہ ذکر کرتے۔" (البدع والنهي عنها: ص ۴۵)

اس روایت کی پوری سندی تحقیق حضرت استاذ محترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے اپنے مفصل مضمون میں کی ہے جو ہفت روزہ "الاعتصام" ۱۳ر مارچ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا تھا۔ من شاء فليراجعه

یہ تمام مذکورہ اُمور وہ ہیں جو اہل سنت کے عوام کرتے ہیں، شیعہ ان ایام میں جو کچھ کرتے ہیں، ان سے اس وقت بحث نہیں، اس وقت ہمارا روئے سخن اہل سنت کی طرف ہے کہ وہ بھی دین اسلام سے ناواقفیت، عام جہالت اور شیعیت کی دسیسہ کاریوں سے بے خبری کی بنا پر مذکورہ بالا رسومات بڑی پابندی اور اہتمام سے بجالاتے ہیں حالانکہ یہ تمام چیزیں اسلام کے ابتدائی دور کے بہت بعد ایجاد ہیں جو کسی طرح بھی دین کا حصہ نہیں اور نبی ﷺ کے فرمان "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ" (متفق علیہ، مشکوٰۃ) "دین میں ہر نو ایجاد کام مردود ہے" کے مصداق ان سے اجتناب ضروری ہے۔ ☆



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ